سیرت نگاری میں ابن اسحاقؒ کا مقام: ایک تجزیاتی مطالعہ

Muḥammad bin Isḥāq and His Role in Sīrah Writing: An Analytical Evaluation

ڈاکٹر گلزار علی[i] ثناءاللہ[ii]

Abstract

After the Holy Qurān, Ḥadith and Sīrah is the ultimate source of guidance for all human beings. Infact just like other fields, Sīrat Nigār has a very close relation to the life of Prophet S.A.W. Sīrah is the field in which many scholars shown their interest. Muḥammad bin Isḥāq is one of them, who was born in 80 Hijri at Madīna. He is known as predecessor in Sīrah writing. His book "Sīrah ibn Isḥāq" is considered as the original source in this field, But there are some observations regarding his authenticity which propagate a diverse sort of thinking about him. In the article under reference we have tried to bring these observations under discussion and identifie their position in light of scholastic arguments.

Key Words: Sīrah, Muḥammad bin Isḥāq, Original Source, Authenticity

تمہید

اسلامی شریعت کے بنیادی مآخذ میں قرآن اور حدیث شامل ہیں۔ حدیث کے ساتھ ساتھ سیرت کو بھی اہم ماخذ کے طور پر مانا جاتا ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کی زندگی کے سارے احوال داخل ہیں۔ جس طرح احادیث کی حفاظت اور ان کی منتقلی کے فضائل ہیں، اسی طرح آپ ﷺ کی زندگی کے احوال کو محفوظ کرنے اور انہیں آگے منتقل کرنے کے فضائل وارد ہیں۔ جو لوگ یہ اہم کام سرانجام دیتے ہیں، انہیں سیرت نگاران کہا جاتا ہے۔ بڑے سیرت نگاروں میں ایک نام ابن اسحٰقؒ کا بھی ہے، جن کی اس فن میں کتاب سیرتِ ابن اسحٰق کے نام سے مشہور ہے۔

کتبِ اسماء الرجال میں ابن اسحٰقؒ کے بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں، جن میں آپ کی ثقاہت کے ساتھ ساتھ

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ii پی ایچ۔ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

آپ کے ضعف کے اقوال بھی ہیں۔اس آرٹیکل میں آپؒ کے بارے میں ان مختلف اقوال کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ ان اقوال کی حیثیت کیا ہے۔

ابن اسحاقؒ نے سیرت کے فن میں اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا کہ ان کے اس کارنامے نے بقیہ تمام سیرت نگاروں کے ذکر کو بھلا دیا۔ابن اسحاقؒ کو اگر سیر و مغازی میں وہی مرتبہ دیا جائے، جو علم منطق میں ابن سینا، الفارابی اور حکیم ارسطاطالیس کو ملا تھا، تو شاید ناانصافی نہ ہوگی۔

محمد بن اسحاق بن یسار 80ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔آپؒ کے دادا یسار عین التمر کی لڑائی میں قید ہوئے اور مشہور صحابیٔ رسول ﷺ قیس بن مخرمہ بن المطلب سے موالات قائم ہوا۔اس وجہ سے آپؒ کو مطلبی اور قرشی کہا جاتا ہے۔انس بن مالکؓ، سعید بن المسیبؒ اور دیگر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ سے روایات نقل کیے۔آپؒ کے شاگردوں میں شعبہؒ، سفیان ثوریؒ، ابن عیینہ، حمادین اور دیگر کثیر اہل علم شامل ہیں۔

علی بن المدینیؒ نے کہا کہ علم نبوی ﷺ کا چھٹا حصہ بارہ حضرات کے پاس ہیں، جس میں ایک محمد بن اسحق ہے۔امام شافعیؒ نے کہا کہ جو شخص علم المغازی میں تبحر حاصل کرنا چاہے، تو محمد بن اسحق کے ساتھ رہے۔مؤقر ائمہ حدیث کے کلام سے بہ حیثیت راوی ان کے ثقہ ہونے کا اس سے بڑا ثبوت کیا درکار ہے کہ صحاح ستہ وغیرہ دیگر محدثین نے ان کی روایتیں اپنی کتب میں درج کی ہیں[1]۔

مشہور ماہر انساب اور مورخ سیدنا مخرمہ بن نوفلؓ کے ساتھ موالات کی نسبت کی وجہ سے آپؒ میں بھی تاریخ، سیرت اور مغازی کے ساتھ مزید دلچسپی اور واقفیت بڑھ گئی۔یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے تعلیقات میں ان سے روایت لی ہے اور اپنی تصنیف جزء القراءۃ میں بھی ان سے روایت لے کر اس روایت کو صحیح کہا ہے[2]۔

امام مالکؒ کی ابن اسحاق پر جرح کا جائزہ

امام مالکؒ نے ان پر جرح کرکے انہیں دجال میں الدجاجلۃ، غیر محتاط اور غیر معتبر راوی کہا ہے، لیکن محدثین کی ایک بڑی جماعت اس جرح کو قبول نہیں کرتے، اور شاید اسی جرح کو بنیاد بنا کر محدثین نے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ معاصر کا معاصر کے خلاف جرح معتبر نہیں، خواہ جرح کرنے والا اونچے درجے کا کیوں نہ ہو۔

امام ذہبیؒ محمد بن اسحق کا ترجمہ نقل کرنے کے بعد اپنی رائے تحریر کرتے ہیں:

"ائمہ جرح و تعدیل کے بارے میں حتمی عصمت کا کوئی قائل نہیں، کیونکہ بسا اوقات ایک آدھ غلطی کا سرزد ہونا ناممکن نہیں، اس لیے آپس میں کلام کی تیزی، قلبی کدورت اور چرب زبانی ایک فطری اور ناگزیر عمل ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض ہم عصروں کی ایک دوسرے کے ساتھ چپقلش اور سخت گفتگو کا کوئی اعتبار نہیں، خاص کر جب ان کی تعدیل دوسرے کبار حضرات کی ایک بڑی جماعت نے کی ہو۔ دونوں حضرات (امام مالک اور ابن اسحق) کے مشترکہ استاد امام زہری ہیں، امام محمد بن اسحقؒ کا امام مالکؒ کے بارے میں کوئی ناشائشتہ گفتگو نہیں، مگر امام مالکؒ، محمد بن اسحق کے بارے میں تھوڑی سختی رکھتے تھے۔ واضح رہے امام مالکؒ کی ارتفاع شان واضح ہے کہ آپؒ علم حدیث میں ایک تابندہ ستارے کے مانند ہیں اور یہی امتیاز آپؒ کی نسبی شرافت میں بھی ہے۔ ابن اسحاقؒ سیرت میں کمال رکھتے تھے، جب کہ آپ سے مروی احکام کے متعلق احادیث صحیح کے مرتبے سے کم درجہ رکھتے ہیں اور بعض منکر اور شاذ روایات بھی آپ سے مروی ہیں[3]۔"

امام ذہبیؒ نے تو اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ امام مالکؒ اور ابن اسحاق کی کیوں بنتی نہ تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امام مالکؒ کا بیان تھا کہ وہ یمن کے ایک حکمران اصبح کی اولاد میں ہیں۔ امام مالکؒ اور ابن اسحاقؒ کے مشترکہ استاذ امام زہریؒ کی تحقیق کے مطابق امام مالکؒ کا تعلق اس خاندان اصبح سے نسباً نہیں، بلکہ مولیٰ ہونے کے باعث تھا۔ ابن اسحق نے جب یہ بات اچھالی، تو امام مالکؒ کی خفگی کی وجہ سمجھ میں آسکتی ہے اور جواب الجواب میں اعتدال سے تجاوز ہو جاتا ہے[4]۔ دونوں انسان تھے، معصوم اور فرشتہ نہیں۔ اسی تنازع کو سامنے رکھ کر امام مالکؒ نے مغازی میں محمد بن اسحق سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے معتقدین اور تلامذہ کو موسیٰ بن عقبہ کی سیرت خواندگی کا حوالہ دے کر فرماتے: اصح السیر سیر موسیٰ بن عقبہ[5]۔

ابن اسحاق پر الزام کی وجہ امام ذہبیؒ ابوداؤدؒ کے حوالے سے یحییٰ بن قطان سے نقل کرتے ہیں ابوداؤدؒ فرماتے ہیں:

"مجھے یحییٰ بن قطان نے کہا کہ میں ابن اسحق کے جھوٹا ہونے پر گواہی دیتا ہوں، میں نے پوچھا کس بناء پر؟ تو کہا کہ وہیب نے مجھے ایسا ہی بیان کیا۔ اس پر میں وہیب کے پاس گیا اور پوچھا کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ تو کہا کہ مالکؒ نے مجھے ایسا ہی بیان کیا۔ اس پر میں مالک کے پاس گیا اور پوچھا کہ یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ تو کہا کہ ہشام نے مجھے ایسا ہی بیان کیا۔ پھر میں ہشام کے پاس گیا اور پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ تو کہا کہ ابن اسحق نے ایک حدیث میری بیوی سے روایت کی ہے۔ میں نے جب اس بیوی سے زفاف کیا وہ نو برس کی تھی اور اس کے مرتے دم تک اسے کسی اور مرد نے نہیں دیکھا۔ ذہبی کہتے ہیں: یہ بات ناقابل قبول ہے کہ کسی شخص کو محض اس بناء پر جھوٹا قرار دیا جائے کہ وہ یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے فلاں عورت کو دیکھا[6]۔"

کیونکہ بہت سے صحابہ کرام نے حضرت عائشہؓ سے روایات نقل کی ہیں، مگر انہیں دیکھا تک نہیں، اسی طرح شاید اسے بھی نہ دیکھا ہو، جیسا کہ امام ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں یحیٰ بن سعید کے حوالے سے ہشام بن عروہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"ابن اسحاق میری بیوی سے روایت نقل کرتا ہے، مگر اللہ تعالی کی قسم ابن اسحٰق نے اسے دیکھا تک نہیں۔ شاید ہشامؒ اپنے اس قسم میں صادق ہو کہ اس سے پردے کے پیچھے روایات لی ہو، کیونکہ روایت لینے کے لیے تو یہ ضروری نہیں کہ ضرور اسے دیکھا بھی ہو، جب کہ کئی تابعین نے صحابیات سے روایات نقل کی ہیں اور انہیں دیکھا تک نہیں [7]۔"

ابن اسحاق پر تدلیس کا الزام

ابن اسحاق کا دوسرا بڑا الزام تدلیس کا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ مختلف روایات کو آپس میں ملا کر اس سے ایک مربوط قصہ بنا کر دوسروں کو اس طور پر بیان کرنا کہ ایک روایت دوسرے سے ممتاز نہ ہو۔ یعنی مجھ سے فلاں فلاں لوگوں نے یہ بات ذکر کی اور ایک کے بیان کو دوسرے کے کلام سے ملاتے ہوئے ایک منظم مرتبط اور مسلسل قصہ ذکر کریں۔

دراصل تدلیس دو امور کو متضمن ہیں: ایک ارسال اور دوسرا انقطاع، یعنی جس طرح مرسل اپنے روایت کے سند سے واسطہ کو روک لیتا ہے، اسی طرح مدلس بھی اس کی وضاحت کو روکتا ہے، مگر چونکہ مرسل میں سماع کا ایہام ہوتا ہے، جب کہ سماع ثابت نہ ہو اور تدلیس میں یہ بات نہیں ہوتی، بلکہ اس میں راوی کے ساتھ اتصال کا توہم پیدا ہوتا ہے [8]۔

مدلس جب ایسا محتمل لفظ ذکر کرے، جس میں سماع اور اتصال دونوں کا شائبہ ہو، تو اس کا حکم مرسل اور اس کے اقسام کی طرح ہے یہ مقبول ہے اس روایت سے استدلال بھی لیا جا سکتا ہے [9]۔ صحیحین میں اور دوسری معتمد کتب حدیث میں اس جیسی تدلیس بہت سے ائمہ حدیث سے ثابت ہیں جن میں قتادہ، اعمش، سفیانین اور ہشیم بن بشیر وغیرہ حضرات شامل ہیں، کیونکہ ان حضرات کے تدلیس میں کذب نہیں، بلکہ صرف ایک قسم کا ایہام ہے، اس سے ثابت ہوا کہ تدلیس کوئی ایسی جرح نہیں، جو کسی روایت کو رد کرے اور راوی کے عدالت میں قدح پیدا کرے [10]۔

جب کہ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی بارہا تدلیس کو استعمال کیا ہے [11] اس لیے اس الزام سے پھر امام احمدؒ کا مشتبہ ہونا بھی لازم آئے گا، جو کہ بالاتفاق درست نہیں۔ واضح رہے کہ تدلیس کے بعض اقسام حدیث میں جائز نہیں، لیکن تاریخ و سیرت کی کتابوں میں بعض مرتبہ تدلیس ناگزیر ہو جاتا ہے۔

ابن اسحاق پر شیعہ ہونے کا الزام

خاندانِ نبوت کے ساتھ عقیدت رکھنے کی وجہ سے آپؒ پر شیعہ ہونے کا الزام لگایا جاتا تھا، چونکہ آپ بنو امیہ کے دور سے تعلق رکھتے تھے اور اس زمانے میں جب اس الزام کی وجہ سے مدینہ سے مصر ہجرت کر گئے، اور وہاں سے عراق کے شہر بغداد گئے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر خاندان نبوی ﷺ سے محبت کے معنٰی رافضیت کے ہیں، تو میں سب سے پہلا رافضی ہوں[12]۔

ابن اسحاق پر اہل کتاب سے روایت لینے کا الزام کی حقیقت

ابن اسحٰق نے تاریخی واقعات کے بیان اکثر بیشتر اہل کتاب سے منقولہ حوالہ کو بنیاد بنا کر کتاب کا پہلا حصہ لکھا، اس وجہ سے یہ حصہ غیر مستند شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ محمد ﷺ کے بعثت سے پہلے چونکہ تمام انبیاء کرام کا سلسلہ یہودیوں اور مسلمانوں میں مشترک تھا، اس وجہ سے ابن اسحٰق نے یہودی اور عیسائی مراجع سے معلومات حاصل کرنے میں مضائقہ نہیں جانا، مگر یہ بات ابن اسحٰق کے استناد میں ایک گونہ حرف لانے کے لیے قابل تھی اور اسی نے آگے چل کر محدثین کی نظر میں آپ کا مرتبہ وہ نہ رہا، جو بقیہ لوگوں کو حاصل تھا۔

حاصل یہ کہ ابن اسحٰق کی کسی ایک روایت کو غلط کہنا صحاح ستہ کو غلط قرار دینا ہے[13]۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں لکھا ہے:

"میں نے کسی ایک شخص کو بھی ابن اسحٰق پر تہمت لگاتے ہوئے نہیں دیکھا جب کہ شعبہ نے انہیں امیر المومنین فی الحدیث کہا ہے[14]۔"

سیرت ابن اسحاق کا تعارف

ابن اسحٰقؒ اپنی کتاب کا نام کتاب المبتداء والمبعث والمغازی والسیر رکھا اور اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا:

کتاب المبتداء

سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ کے جد امجد تک کے تمام اہم اور مشہور شخصیتوں کے بارے میں جامع معلومات مندرج تھی، جس میں مختلف انبیائے کرام کے حالات واقعات اور تاریخی روایات کا ایک بیش بہا ذخیرہ تھا۔

کتاب المبعث

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لے کر وفات تک کے تمام واقعات مذکور ہیں، جس میں آپ ﷺ کے خاندان اور آپ کے رشتہ داروں کے حالات تھے۔ مثلاً ازواج مطہرات، صحابہ کرام کے اسلام لانے کے واقعات اور ہجرت سے پہلے اور بعد کے جملہ واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔

کتاب المغازی والسیر

اس حصہ میں غزوات اور جنگوں کا الگ سے تفصیلی بیان ہوا تھا اور یہ حصہ اکثر اسلاف کے سامنے موجود تھا، جیسے صاحب اسد الغابہ محمد بن اسحق سے اکثر روایات نقل کرتے ہیں، جیسے عقبہ بن نمر، مختار بن حارثہ، وہب بن عمرو الاسدی، یسار الحبشی، ابوسنان بن صیفی، ابوعقبہ اور ابو قیس بن الحارث کے حالات میں مغازی ابن اسحق کے حوالے نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابن حجرؒ نے الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ[15] میں مختلف تراجم میں محمد بن اسحق سے حوالے نقل کیے ہیں۔

محمد ابن اسحاقؒ کے تفردات

ابن اسحق کی کئی متفردانہ، شاذ روایات ہیں، جن کی وجہ سے ان پر بہت سے اعتراضات کیے جاتے ہیں، ان میں سے چند ذکر کیے جاتے ہیں:

1. عشر رضعات کی وہ روایت جنہیں امام ابن ماجہؒ نے ابو سلمہؒ سے بروایت عبدالاعلیٰ، محمد ابن اسحقؒ سے سیدہ عائشہؓ کا وہ روایت نقل کیا ہے، جس میں بکری کے صحیفہ کھانے کا واقعہ مذکور ہے، روایت ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا أبو سلمة يحيى بن خلف قال: حدثنا عبد الأعلى، عن محمد بن إسحاق، عن عبد الله بن أبي بكر، عن عمرة، عن عائشة، وعن عبد الرحمن بن القاسم، عن أبيه، عن عائشة، قالت: «لقد نزلت آية الرجم، ورضاعة الكبير عشرا، ولقد كان في صحيفة تحت سريري، فلما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم وتشاغلنا بموته، دخل داجن فأكلها[16]»

یہ روایت قرآن کی سالمیت اور حفاظت کے منافی ہے، جب کہ اس کے راوی محمد ابن اسحاق ہے۔

2. اسی طرح ماتم کے اثبات اور اس کے جواز پر روافض ماتم کے صحیح ہونے پر مندرجہ ذیل روایت پیش کرتے ہیں، اس میں مذکور ہے، کہ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں :

حدثنا ابن حميد، قال: حدثنا سلمة، عن محمد بن إسحاق، عن يحيى بن عباد بن الزبير، عن أبيه عباد، قال: سمعت عائشة تقول: مات رسول الله ص بين سحري ونحري وفي دوري، ولم أظلم فيه أحدا، فمن سفهي وحداثة سني أن رسول الله قبض وهو في حجري، ثم وضعت رأسه على وسادة، وقمت ألتدم مع النساء، وأضرب وجهي[17]

یہ روایت بھی ابن اسحٰق ہی کی مرہون منت ہے، اور شاذ ہے اور ماتم کی تائید کرنے والی ہے۔

محمد ابن اسحٰقؒ کے بارے میں علماء کرام کی آراء

ابن حجرؒ نے ابن اسحاقؒ کو صدوق کہہ کر انتہائی ناکارہ درجے کے ضعفاء اور مجہولین سے روایت کرنے والے میں شمار کیا ہے[18]

ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں امام احمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے، کہ جس روایت میں وہ منفرد ہوں، تو انہیں قبول نہیں کیا جائے گا[19]۔

امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابن اسحاقؒ پر بڑی بحث کی ہے اور آخر میں لکھتے ہیں کہ اس کی منفردانہ روایات منکر ہوتی ہے، جو معروف روایات کے خلاف ہوتی ہے[20]۔

علامہ عینیؒ نے امام بیہقیؒ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ ابن اسحاقؒ جہاں منفرد ہوں، وہاں ائمہ کرام انہیں در خور اعتناء نہیں سمجھتے[21]۔

علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے ابن اسحاق کے بارے میں کہا ہے کہ مجھے یہ فلسفہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جب مغازی میں ابن اسحٰق ضعاف کو لائیں، تو ائمہ حدیث ان پر جرح کرے اور جب دار قطنی احکامات میں وہی ضعاف روایات نقل کرے، تو وہ پھر بھی مسند امامت پر برقرار رہے، جب کہ امام احمدؒ نے ان کی کتب کا مطالعہ بھی کیا ہے[22]۔

استاذ محترم مفتی تقی عثمانی صاحب نے شاہ صاحبؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حافظہ میں کچھ کمزوری تھی اس وجہ سے روایات صحیح تو نہیں، ہاں البتہ حسان ہیں، چونکہ تدلیس کے عادی تھے، اس لیے عنعنہ مشکوک ہے[23]۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ابن اسحٰق کی کسی ایک روایت کو غلط قرار دینے کے لیے خود ابن اسحاق کو جھوٹا اور غلط نویس قرار دینا اس پر منتج ہوتا ہے کہ سیرت نبوی کا جو مواد مسلمانوں میں ہے اس کا تقریباً تین چوتھائی مسترد کر دیا جائے[24]۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے سیرت النبی میں[25] اور مولانا ادریس کاندہلویؒ نے سیرت المصطفی میں[26]، جب کہ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے محاضرات سیرت میں محمد بن اسحٰق کو مغازی و سیر میں بڑے درجے کا امام کہا ہے[27]۔

مشہور جرمن مستشرق جوزف ہوروٹس نے ابن اسحاقؒ کے مغازی و سیر کا پورا پس منظر بیان کرکے آپ کے اساتذہ مآخذ اور معلومات کو مستند مراجع سے نقل کیا[28]۔ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے جوزف کی کتاب کو قابل استفادہ، مگر مغربی تعصب سے متاثر قرار دیا ہے[29]۔

مغربی محقق الفرڈ گیام[30] نے کتاب المغازی والسیر کے بارے میں کہا کہ یہ بڑی دیانت داری، صداقت اور غیر جانبداری سے لکھی گئی ہے[31]۔

خلاصہ بحث

محمد بن اسحاق سیرت نگاری کے امام ہے، ائمہ جرح وتعدیل میں سے بعض نے انہیں دجال جب کہ دوسرے حضرات نے ثقہ ہونے کی وجہ سے اسے امیر المومنین فی الحدیث کہا ہے۔ابن اسحقؒ پر مشہور اعتراضات میں تدلیس، رافضی ہونے اور اہل کتاب سے روایت لینے کے الزامات کی وجہ سے ان کو غیر مستند راوی کہا جاتا ہے، مذکورہ بالا مقالہ میں ان اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں، جب کہ ان اعتراضات کو تسلیم کرنا کتب صحاح کو بھی متکلم فیہ قرار دینا ہے۔تاہم ابن اسحاقؒ کی شخصیت جملہ خوبیوں کے باوجود چند متفرد آراء کی وجہ سے زیر بحث راوی کے طور پر مشہور ہے۔ابن اسحقؒ کو مدلس ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا جائے، تو سیرت نبوی ﷺ کا تین چوتھائی حصہ غیر معتمد ہو جائے گا۔ لہذا تدلیس اور حافظے میں ائمہ جرح وتعدیل کے کلام کی وجہ سے احکامات سے متعلقہ روایات کا متابع یا مشاہد حدیث کی موجودگی کے وقت ان کی روایت مقبول ہے، جب کہ سیر و مغازی میں آپ کی روایت اکثر محققین علماء کرام کے نزدیک مستند ہے۔آپؒ کی کتاب السیرۃ، آغاز انسانیت، بعثت نبوی ﷺ اور غزوات رسول ﷺ پر مشتمل ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 الذہبی، سیر أعلام النبلاء، محمد بن احمد (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 1405ھ) 7: 35

2 البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، جزء القراءۃ خلف الامام (بیروت: مکتبہ سلفیہ، 1980ء) حدیث (9)

3 سیر أعلام النبلاء 7: 37

4 الذہبی محمد بن أحمد، تذکرۃ الحفاظ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1998ء) 1: 112، ترجمہ (143)

5 سیر أعلام النبلاء 1: 365

6 الذہبی، محمد بن احمد ، میزان الاعتدال (بیروت: دار المعرفۃ، 1963ء)3: 471

7 سیر أعلام النبلاء7: 37

8 البغدادی، احمد بن علی الخطیب، الکفایہ فی علوم الراویۃ (مدینہ منورہ: المکتبۃ العلمیۃ (س-ن) ص: 395

9 السخاوی، محمد بن عبد الرحمن، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث (مصر: مکتبۃ السنۃ، 2003ء)1: 334

10 العسقلانی، احمد بن علی ابن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح (مدینہ منورہ: عمادۃ البحث العلمی، 1984ء)2: 602

11 الشیبانی، احمد بن حنبل، مسند احمد (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 1421ھ) حدیث (5639) مسند عبد اللہ بن عمرو ابن العاص 11: 98، مسند سعید الخدری، حدیث (11528) مسند جابر بن عبد اللہ، حدیث (15012)

12 محمد عالم مختار حق، نگارشات ڈاکٹر حمید اللہ (لاہور: بیکن بکس غزنی سٹریٹ اردو بازار (س-ن) ص: 359

13 نفس مصدر: 360

14 امام بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، التاریخ الکبیر (دکن: دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد (س-ن) حدیث (61)

15 العسقلانی، احمد بن علی ابن حجر، الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1995ء)4: 66، ترجمہ (5783)، 4: 496، ترجمہ (7858)

16 القزوینی، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ (مصر: داراحیاء الکتب العربیۃ (س-ن) باب فی رضاع الکبیر، حدیث (1944)

17 الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، وصلۃ تاریخ الطبری (بیروت: دار التراث العربی، 1972ء)3: 199

18 العسقلانی، احمد بن علی ابن حجر، کتاب المدلسین (مصر: داراحیاء التراث بولاق (س-ن) المرتبۃ الرابعۃ: 19

19 العسقلانی، احمد بن علی ابن حجر، تہذیب التہذیب (دکن: المکتبۃ المیمنیۃ حیدر آباد (س-ن)9: 43

20 میزان الاعتدال3: 24

21 عینی، محمود بن احمد، عمدۃ القاری (بیروت: داراحیاء التراث العربی (س-ن) باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن6: 178

22 کشمیری، انور شاہ بن معظم شاہ، فیض الباری شرح صحیح البخاری (کوئٹہ: مکتبۃ رشدیہ (س-ن))3: 218

23 عثمانی، مفتی محمد تقی بن مفتی شفیع دیوبندیؒ، درس ترمذی (کراچی: دار الاشاعت (س-ن))1: 203

24 نگارشات ڈاکٹر حمید اللہ: 361

25 شبلی، علامہ نعمانی، سیرت النبی (لاہور: ادارہ اسلامیات (2002ء)1: 46

26 کاندھلوی، مولانا ادریس، سیرت المصطفی (کراچی: کتب خانہ مظہری (س-ن))1: 100

27 غازی، ڈاکٹر محمود احمد (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، 2009ء) ص: 174

28 نفس مصدر: 173

29 محاضرات سیرت: 175

30 نفس مصدر

31 محاضرات سیرت: 176